ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

"تاریخ اُردو ادب" از ملک حسن اختر: تنقیدی و تجزیاتی مطالعہ

"Tareekh Urdu Adab" by Malik Hasan Akhtar: A Critical and Analytical Study

*ڈاکٹر محمد عارف مغل، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ اسلامیہ گریجوایٹ کالج، سول لائز لاہور
**ڈاکٹر فوزیہ شہزادی، سکول ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ، لاہور
***عاطف منظور، لیکچرر اُردو (وزیٹنگ)، ڈویژن آف ایجوکیشن، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور

Abstract:

Malik Hasan Akhtar gained fame in Urdu literature as a critic, researcher, historian, dramatist, expert in Iqbal studies and educationist. He served knowledge and literature for more than thirty years and authored and compiled more than 20 books. Apart from these permanent works, he penned a large number of articles, columns, and papers on various topics. "Tareekh Urdu Adab" is a well-known work of his with a page count of 1212 and consists of 34 chapters. The researchers has presented a critical and analytical study of his work. Based on our analytical study, we hve tried to prove that this work of Malik Hasan Akhtar holds an important place in Urdu literature and is a valuable addition to it.

Keywords: Malik Hasan Akhtar, Tareekh Urdu Adab, Critic, Researcher, Sufism, Poets, Fiction writer, Novelist, Playwright, Journalism, Historian

کلیدی الفاظ: ملک حسن اختر، تاریخ اُردو ادب، نقاد، محقق، صوفیا، شعراء، افسانہ نگار، ناول نگار، ڈرامہ نگار، صحافت، مؤرخ

ملک حسن اختر کا شمار اُردو کے نامور ادبا میں ہوتا ہے۔ وہ ایک ہمہ جہت ادیب ہیں جنھوں نے ادب کی کئی ایک اصناف میں طبع آزمائی کی۔ اُردو کے ادبی حلقوں میں آپ بطور نقاد، محقق، مؤرخ، ڈرامہ نگار، ماہر اقبال اور ماہر تعلیم کے طور پر معروف ہیں۔ آپ اپنے بے شمار تحقیقی مقالات میں اُردو ادب کے کئی ایک گوشوں کو زیر بحث لائے اور ادب کے بہت سے نئے گوشے دریافت کیے۔ آپ کی مختلف موضوعات پر بیس سے زائد تصانیف آپ کی تبحر علمی کا بین ثبوت ہیں۔ انھی تصانیف میں ان کی اُردو ادب کی تاریخ پر مشتمل ایک ضخیم تصنیف "تاریخ ادب اُردو" بھی ہے جو ان کی تاریخ فہمی اور تحقیقی و تنقیدی زاویۂ نگاہ کو سامنے لاتی ہے۔

"تاریخ ادب اُردو" ۱۹۷۹ء میں شائع ہوئی جس کے صفحات کی تعداد ۱۲۱۲ ہے۔ مذکورہ تصنیف چار ادوار میں تقسیم کی گئی ہے۔ پہلا دور ابتدا سے شروع ہوتا ہے اور ۱۷۱۹ء تک جاتا ہے۔ جبکہ دوسرا دور ۱۷۱۹ء سے لے کر ۱۸۵۷ء تک محدود ہے جبکہ تیسرے دور کا آغاز ۱۸۵۷ء سے شروع ہوتا ہے اور ۱۹۳۶ء تک چلتا ہے۔ چوتھا اور آخری دور موجودہ دور تک آتا ہے۔ اس تاریخ کا دائرہ کار ۱۹۷۹ء سے پہلے تک شمار کیا جاتا ہے۔ پہلا دور تین ابواب پر مشتمل ہے۔

کتاب کا باب اول اُردو زبان کی ابتدا سے متعلق ہے۔ اس میں اُردو زبان کے مختلف ادوار میں رائج کردہ ناموں کو بیان کیا گیا ہے۔ ابتدا میں جن اشخاص کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سر سید، مولانا محمد حسین آزاد، ڈاکٹر شوکت سبزواری اور حافظ محمود شیرانی کے نظریات کو سامنے لایا گیا ہے۔ ملک حسن اختر کے نزدیک اُردو ادب کے ابتدائی آثار پنجاب کے خطے میں رونما ہوئے۔ اس کے بعد یہ زبان مسلمانوں کے ساتھ دہلی چلی گئی۔ دلی پہنچ کر اس زبان میں پنجابی زبان اور دوسری بولیوں کے الفاظ شامل ہوئے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

ملک حسن اختر دوسرے باب میں صوفیا کرام کی خدمات کو اختصار کے ساتھ پیش کرتے ہیں ان میں زیادہ تر صوفیا کرام وہ ہیں جو ہندی کے الفاظ کو اپنے اندر سموے ہوئے ہیں۔ صوفیا کرام کے علاوہ حسن اختر نے جعفر زٹلی اور عبدالواسع ہانسوی کو بھی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اُردو زبان کی تاریخ کے حوالے سے تیسرے باب کا عنوان ''گجرات میں اُردو'' ہے۔ امیر تیمور کے حملے کے بعد صوفیا کرام گجرات کی طرف کوچ کر گئے۔ گجرات میں انھیں نا صرف امن و سکون میسر تھا بلکہ حکمران بھی ان کی قدر دانی کرتے تھے یہ باب صوفیا کرام کی ہجرت اور گجرات میں اُردو زبان کے فروغ پر مشتمل ہے۔ ملک حسن اختر نے ان بزرگان دین کے کلام کو بیان بھی کیا ہے۔ چوتھے باب کا عنوان ''دکن میں اُردو'' ہے۔ ملک حسن اختر نے اس دور کے معروف بزرگ حضرت بندہ نواز گیسو دراز کا ذکر بڑے ادب و احترام سے کیا ہے۔ خاص طور پر اُن کے فارسی اور عربی اشعار کے زیادہ حامی نظر آتے ہیں۔ انھوں نے لکھا ہے کہ حضرت بندہ نواز گیسو دراز نے اپنی باتیں واعظ کے ذریعے لوگوں تک پہنچائی ہیں۔ ساتھ ہی وہ اُن کے حالات زندگی اور اُردو میں اُن کی دستیاب کتب کا حوالہ بھی دیتے ہیں۔ نیز اس دور کے دسرے بزرگ خواجہ محمد اکبر حسینی، نظامی، صدرالدین، خواجہ عبداللہ الحسینی وغیرہ جیسے نامور بزرگوں کو بھی احاطہ تحریر میں لاتے ہیں۔ اس کے بعد وہ قطب شاہی دور کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔ کتب شاہی دور میں وہ محمد قلی قطب شاہ کی شاعری کے فنی محاسن اور اس میں شامل دوسری زبانوں کے الفاظ کو بھی بحث کا حصہ بناتے ہیں۔ قلی قطب شاہ کے بعد ملا وجہی کی تصنیف سب رس کا تذکرہ کرتے ہیں اور یہ بھی بتاتے ہیں کہ یہ قصہ پہلے فتاحی نیشاپوری نے قلم بند کیا تھا۔ غواصی اور ابن نشاطی کی مثنویاں بھی اس باب میں شامل ہیں۔ جس میں سب سے پہلے وہ علی عادل شاہ کے کلیات میں شامل مثنوی، غزل، قصیدہ کو سامنے لاتے ہیں۔ ان کے نزدیک نصرتی درویش صفت شاعر تھا۔ جس نے گلشن عشق، علی نامہ، تاریخ سکندری، رباعیات اور غزلوں کا ایک کثیر سرمایہ پیچھے چھوڑا ہے۔ نصرتی کے مرتبے کا ذکر ملک حسن اختر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

''نصرتی کا مرتبہ بہت بلند ہے مگر زمانے کی ستم ظریفی سے اُردو ادب کی تاریخ میں اسے وہ مقام نہ مل سکا جس کا وہ مستحق تھا۔''۱

ملک حسن اختر مقیمی کی مثنوی ''چندر بدن مہیار'' کے لکھنے کی وجوہات بھی بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد ولی کا ذکر کرتے ہیں اور اُن کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''ولی کے حالات زندگی کا بہت کم علم ہے وہ جتنے زیادہ مشہور ہیں اُتنے ہی ان کے حالات پردہ اخفا میں ہیں۔ ان کے نام تک میں اختلاف ہے۔'' ۲

''تاریخ ادب اُردو'' کے دوسرے حصے کو ملک حسن اختر نے تین ادوار میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصے میں دلی میں موجود شعرا کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس دور کا ذکر کرنے سے پہلے سیاسی و سماجی حالات کو بیان کرنا تاریخ کے اہم زاویوں سے پردہ اُٹھانا ہے۔ مذکورہ دور میں شاعری کا جھکاؤ زیادہ تر تصوف کی طرف نظر آتا ہے۔ غم کی عکاسی اس دور کی اہم علامت ہے۔ اُردو ادب میں ہجو گوئی کی اصطلاح بھی اسی دور میں شروع ہوئی۔ اس کے ساتھ ساتھ قصیدہ گوئی اور مثنوی بھی اردو ادب کے دائرہ کار میں شامل ہوئی۔ تاریخ ادب اُردو کے دوسرے حصے میں خاص طور پر شمالی ہند میں ہونے والی شاعری کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ یہی وہ دور ہے جس میں شاعر دکن سے شمال میں کوچ کر جاتے ہیں۔ ایہام گوئی کو اس دور کی اہم پیداوار قرار دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ ذو معانی الفاظ کا استعمال عام ہو گیا لیکن جلد ہی ایہام گوئی کے خلاف تحریک چلی جس میں شاہ حاتم اور مرزا مظہر جیسے نامور شاعر شامل تھے۔

بعد ازاں میرؔ، سوداؔ اور میر دردؔ جیسے قد آور شعرا بھی ایہام گوئی کے بچے کھچے تاثر کو ختم کرنے میں پیش پیش رہے۔ ملک حسن اختر دوسرے دور میں ایہام گو شعرا کا ذکر بڑی تفصیل سے کرتے ہیں۔ ایہام گو شعرا کا ذکر کرنے کے بعد وہ صاف گوئی کی تاریخ بیان کرتے ہیں۔ ایہام گوئی کے خلاف علم بلند کرنے میں ان کے نزدیک میرزا مظہر جان جاناں اور انعام اللہ خاں یقین کا بڑا ہاتھ رہا ہے۔ انعام اللہ کے بارے میں حسن اختر لکھتے ہیں:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

''یقین نے میر زا مظہر کے طرز کو سب سے زیادہ کامیابی کے ساتھ برتا۔ انھیں اس میں اتنی کامیابی ہوئی کہ کہنہ مشق اور عمر رسیدہ حضرات بھی اسے دیکھ کر دنگ رہ جاتے تھے۔''۳

ان کے بعد وہ میر عبدالحئی تاباں، احسن اللہ بیان، اشرف علی فغاں اور سراج اورنگ آبادی سے متعلق بھی مختصراً بیان کرتے ہیں۔

آٹھواں باب جن شعرا کے بارے میں تفصیل پر مشتمل ہے ان میں میر، سودا، درد، میر سوز، میر اسد اور دوسرے نامور شعرا قابل ذکر ہیں۔ یہ باب بھی دیگر ابواب کی طرح شعرا کے حالات زندگی اور اُن کے کلام کی مثالوں سے تعلق رکھتا ہے۔ اس دور میں ملک حسن اختر، میر تقی میرؔ کا احوال بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی غزلوں کا تعارف بھی کرواتے ہیں۔ نیز اُن کے بارے میں اپنی رائے سے بھی ہمیں روشناس کرواتے ہیں۔ میر تقی میرؔ کا تعارف کروانے کے بعد ملک حسن اختر میر دردؔ کی طرف بڑھتے ہیں۔ اُن کے اشعار کو وہ عموماً مختلف حصوں میں بیان کرتے ہیں۔ پہلا حصہ عشق حقیقی پر مشتمل ہے۔ دوسرا حصہ عشق مجازی اور عشق حقیقی کو بیان کرتا ہے۔ جبکہ تیسرے حصے میں عشق مجازی کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ اگلے باب میں دلی کے باقی ماندہ شعرا کا ذکر بھی مختصر الفاظ میں کرتے ہیں۔

''اس باب میں ہم اُن شعرا کا ذکر کریں گے۔ جو تھے تو دہلوی مگر ان کی شاعری کو شہرت لکھنو میں حاصل ہوئی اور ان پر لکھنو کی تہذیب و معاشرت کا نمایاں اثر موجود ہے۔ ان شعرا کا تعلق عبوری زمانے سے ہے۔''۴

ملک حسن اختر میر حسن دہلوی کی مثنوی سحر البیان پر لکھنے کے بعد اُن کی باقی تصانیف پر بھی اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ اُن کے نزدیک جعفر علی حسرتؔ دوسرے درجے کا شاعر ہے۔ جرأتؔ کو وہ لکھنوی تہذیب کا ایک ایسا زاویہ قرار دیتے ہیں جس کی ہر بات کی تان محبوب پر جا کر ٹوٹتی ہے۔ ملک حسن اختر مصحفیؔ کو میرؔ، دردؔ، غالبؔ اور اقبالؔ کے بعد بڑا شاعر مانتے ہیں۔ اس باب میں مصنف نے انشاء، سعادت یار خان رنگین کا ذکر بھی بڑی دھوم دھام سے کیا ہے۔ دسواں باب نظیر اکبر آبادی کی شاعری سے متعلق ہے۔ ملک حسن اختر نظیر اکبر آبادی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ اپنے زمانے کے دیگر شعرا سے مختلف نظر آتے ہیں۔ اس سے اگلے باب میں شاہ نصیر، ابراہیم ذوق اور میرزا غالب جیسے نامور شعرا کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ میرزا غالب کے بارے میں ملک حسن اختر ان خیالات کا اظہار کرتے ہیں:

''غالب کی شاعری کی ہم نے صرف چیدہ چیدہ خصوصیات بیان کی ہیں۔ ورنہ غالب کو تنقید کے کسی خاص پیمانے میں مقید کرنا ناممکن ہے۔''۵

غالبؔ کے بعد وہ مومنؔ، ظفرؔ، شیفتہؔ، مجروحؔ اور آرزوؔ وغیرہ پر بھی قلم اٹھاتے ہیں۔ اس دور کا اہم حصہ لکھنوی شاعری کا جائزہ ہے۔ کیونکہ اس دور میں ملک حسن اختر لکھنو کے شعرا کی اُن خصوصیات کو سامنے لاتے ہیں۔ جو اُن میں مشترک ہیں۔ تیرھواں باب ناسخ، آتش، وزیر اور واجد علی شاہ کی شاعری کو بیان کرتا ہے۔ خاص طور پر اس دور کے نمائندہ شعرا خواجہ حیدر علی آتش کا ذکر بھی بڑے فخر کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ قرار دی جاتی ہے کہ آتش کا کلام ان خامیوں سے پاک ہے جو لکھنوی شاعری میں عیب تصور کی جاتی تھیں۔ آگے چل کر وہ مثنوی نگاروں نواب میرزا شوق، دیا شنکر نسیم اور آفتاب دولہ کا تعارف بھی کرواتے ہیں۔ اس حصے کا پندرھواں باب مرثیہ گو شعرا کے بارے میں ہے۔ ملک حسن اختر کے نزدیک ان مرثیہ گو شعرا میں سب سے زیادہ مقام میر ببر علی انیس کو حاصل ہے۔

''تاریخ ادب اُردو'' کے دوسرے دور کے تیسرے حصے میں نثر پر لکھا گیا ہے۔ نثر میں سب سے پہلے ملک حسن اختر، فضل علی فضل کا ذکر کرتے ہیں۔ بعد ازاں وہ عطا حسین تحسین، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر اور انشاءاللہ خاں انشاء کی مشہور تصانیف پر اظہار خیال کرتے ہیں۔ فورٹ ولیم کالج جو ہندوستان میں اُردو نثر کو پروان چڑھانے میں سرفہرست ہے۔ ملک حسن اختر نے ان مصنفین کا ذکر کیا ہے جو اس ادارے میں اپنی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اُن کے نزدیک فورٹ ولیم کالج کے چھاپہ خانہ کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ کیونکہ اُردو کتابوں کو چھپائی کے مراحل سے اسی دور میں گزارا گیا۔ اسی باب میں فورٹ ولیم کالج کا ذکر کرنے کے بعد اُس دور کے دیگر مصنفین اور دہلی کالج کی اہم شخصیات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ انیسویں باب میں حسن اختر اُردو ڈرامہ اور اُردو صحافت کے بارے میں تفصیل سے لکھتے ہیں۔ اُن کے نزدیک دوسرا دور زیادہ تر شاعری کا دور قرار

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

دیا جاتا ہے۔ حالانکہ نثر کی ابتدا بھی اسی دور سے ہوئی لیکن نثر، شاعری کے مقام تک نہ پہنچ سکی۔ اس دور کے بیسویں باب میں ہندوستان کے سیاسی اور سماجی پیش منظر کو بیان کیا گیا ہے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد کی صورت حال سید احمد شہید، شاہ اسماعیل شہید، سر سید احمد خاں کی تحریک اور تحریک پاکستان اس دور کا موضوع قرار پائی ہے۔

اکیسویں باب میں نواب مرزا داغ دہلوی کے حالات زندگی اُن کی مثنویوں اور شاعری پر تبصرہ کرتے ہیں۔ ملک حسن اختر داغ کی بول چال کے قائل نظر آتے ہیں۔ اُن کی شاعری سے متعلق وہ اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> ''داغ کو بول چال کی زبان پر جو قدرت ہے وہ کسی اور شاعر کو حاصل نہیں ہوئی۔ اُن کے ہاں دہلی کی بولی ٹھولی اپنے پورے عروج پر ہے۔ ان کے ہاں فقرہ بازی کا کمال ہے اور وہ زبان کو جس طرح چاہتے ہیں استعمال کرتے ہیں۔ ہوس ناکی اور رندی کی زبان کے وہ بادشاہ ہیں۔''۶

داغ کے بعد حسن اختر کا قلم امیر مینائی کی طرف بڑھتا ہے۔ اُن کے مختصر حالات زندگی کے بعد تصانیف کا تذکرہ اور شاعری میں پائے جانے والے عناصر کا رنگ سامنے لاتے ہیں۔ اسی باب میں جلال لکھنوی کے ابتدائی حالات ان کی تصانیف اور شاعری سے متعلق اہم معلومات کا ذکر بھی دیکھنے میں آیا ہے۔ بعد ازاں اسی دور کے اہم شاعر امیر اللہ جس کا تخلص تسلیم ہے، کی شاعری پر بھی سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ ان شعرا کے علاوہ اس باب میں ریاض اختر آبادی، محسن کاکوروی اور جلیل مانک پوری کی شاعری کو بھی موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ ملک حسن اختر کے نزدیک ریاض خیر آبادی کے کلام میں دو بڑی خصوصیات موجود ہیں۔ ایک رنگ خمریات اور دوسرا شوخی کا انداز۔ اس حوالے سے وہ لکھتے ہیں:

> ''ریاض کے کلام کی دوسری بڑی خصوصیت ان کے انداز کی شوکی ہے۔ یہ شوخی ان کے ہاں شراب کی مستی نے پیدا کی ہے۔ وہ زاہد، شیخ، نامور عشاق، ریاکاری اور عام مسلمانوں پر بھی طنز کرتے ہیں۔ طنز کرتے ہوئے وہ غالب کی طرح اپنی ذات کو بھی نشانہ بناتے رہتے ہیں۔''۷

''تاریخ ادب اُردو'' کے تیسرے دور کا بائیسواں باب بھی شاعری سے متعلق ہے۔ اس دور میں جن اہم شعرا پر لکھا گیا ہے ان میں حسرت موہانی، اصغر گونڈوی، فانی، شاد عظیم آبادی، میرزا ثاقب لکھنوی، وحشت کلکتوی، یاس یگانہ، اثر لکھنوی، نوبت راء نظر، عزیز لکھنوی، آرزو لکھنوی اور جوش ملیسانی شامل ہیں۔ ملک حسن اختر نے مذکورہ باب میں سب سے زیادہ فانی بدایونی کے بارے میں لکھا ہے۔ ان کے نزدیک فانی کا تخلص بھی اپنے اندر معنی لیے ہوئے ہے۔ مزید براں فانی اور غالب کے درمیان موازنہ کرتے ہوئے فانی بدایونی کو مرزا غالب سے کم تر درجے کا شاعر گردانتے ہیں۔ اس سے اگلا باب جدید اُردو شاعری پر مشتمل ہے۔ جس میں پنجاب اس سے وابستہ شعرا کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ ان شعراء میں وہ الطاف حسین حالی اور مولانا محمد حسین آزاد کے دلدادہ نظر آتے ہیں۔ اسی دور کے دوسرے نامور شعراء اکبر الٰہ آبادی، اسماعیل میرٹھی، سرور جہاں آبادی، چکبست، اقبال، خوشی محمد ناظر، نظم طباطبائی، تلوک چند محروم، سیمان، عظمت اللہ خاں، محمد علی جوہر، ظفر علی خاں، صفی لکھنوی اور جوش ملیح آبادی کے کلام کی خصوصیات بھی مصنف نے بیان کی ہیں۔ اس حصے میں چوبیسواں باب اردو نثر کا احاطہ کرتا ہے۔ اردو نثر کے فروغ میں جن شخصیات نے حصہ لیا ہے ان میں سر سید احمد خاں کا کردار لائق تحسین ہے۔ سر سید احمد کی نثری خدمات کا جائزہ بڑی تفصیل سے لیا گیا ہے۔ دیگر ناموں میں مولانا الطاف حسین حالی بحیثیت سوانح نگار اور بحیثیت نقاد، مولانا شبلی نعمانی، محسن الملک، وقار الملک، سید احمد بریلوی اور محمد حسین آزاد کی نثر کو واضح انداز میں پیش کیا ہے۔

پچیسواں باب رومانوی تحریک کے افسانہ نگاروں کو سامنے لاتا ہے۔ اس دور کے اہم افسانہ نگاروں میں سجاد حیدر یلدرم، نیاز فتح پوری، مہدی افادی، قاضی عبدالغفار، ابوالکلام آزاد اور سجاد علی انصاری کے اسلوب کو پیش کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ناول اور افسانہ سے وابستہ مختلف مصنفین نذیر احمد، رتن ناتھ سرشار، سجاد حسین، عبدالحلیم شرر، محمد علی طیب، راشد الخیری، مرزا ہادی رسوا، مرزا محمد سعید، خواجہ حسن نظامی اور علی عباس حسینی کی تصانیف پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اس سے اگلے باب میں طنز و مزاح کو

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

موضوع تحریر بنایا گیا ہے۔ خاص طور پر فرحت اللہ بیگ، پطرس بخاری، رشید احمد صدیقی، عبدالعزیز فلک پیما، ملا رموزی، عظیم بیگ چغتائی اور امتیاز علی تاج کے مزاح کو بیان کیا ہے۔ نیز وہ رشید احمد صدیقی کے قول محال سے بھی متاثر نظر آتے ہیں۔ اس بارے میں اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''رشید احمد صدیقی کے ہاں قول محال کا استعمال بہت زیادہ ہے۔ وہ قاری کی ذہنی ورزش کا سامان بھی مہیا کرتے رہتے ہیں۔''۸

تاریخ ادب اُردو کے اس حصے کے اٹھائیسویں باب کا عنوان ''تنقید و تحقیق'' رکھا گیا ہے۔ اس باب میں جن محققین اور نقادوں کا ذکر کیا ہے ان میں عبدالحق، عظمت اللہ خان، امداد امام اثر، عبدالرحمان بجنوری، عبدالماجد دریابادی، رشید احمد صدیقی، حافظ محمود شیرانی، نصیرالدین ہاشمی، قاضی عبدالودود، حامد حسن قادری، سید مسعود حسن رضوی ادیب جیسے نامور محقق اور نقاد شامل ہیں۔ نیز ملک حسن اختر نے اس دور کی نمایاں خصوصیات کو بھی بیان کیا ہے۔ اس دور کی نثر سے متعلق حسن اختر لکھتے ہیں:

''اس دور میں اُردو نثر کے بہت زیادہ ترقی کی اور اس کی مختلف اصناف کے اعلیٰ نمونے تخلیق ہوئے۔ تذکرہ نگاری تنقید کے میدان میں داخل ہوئی۔ سوانح عمری نے بام عروج کو چھو لیا۔ انشائیہ نگاری کا آغاز ہوا۔ افسانہ نگاری کا آغاز ہوا۔ افسانہ نگاری ایجاد ہوئی۔ ناول کی ابتدا ہوئی۔ مذہبی ادب میں وسعت اور ہمہ گیری پیدا ہوئی۔ اُردو میں سائنسی اور فنی کتابیں لکھی گئیں۔ غرض اس دور کو نثر کا دور کہنا زیادہ موزوں ہے۔''۹

ملک حسن اختر نے اس باب میں اشاریے پر بھی خصوصی توجہ کی ہے۔ محققین اور ناقدین کے بارے میں اپنا نقطہ نظر بھی بڑی وضاحت سے پیش کیا ہے۔

تیسویں باب کو ملک حسن اختر نے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصے کا عنوان شاعری ہے جس میں ترقی پسند شعرا زیر بحث لائے گئے ہیں۔ محمد دین تاثیر، سردار جعفری، فیض احمد فیض، مجاز، جان نثار اختر، احمد ندیم قاسمی، مخدوم محی الدین، ساحر لدھیانوی، جذبی۔ دوسرے حصے میں تصدق حسین خالد، میراجی، مختار صدیقی، یوسف ظفر اور تیسرے حصے میں حفیظ جالندھری، فراق گورکھپوری، افسر میرٹھی، اختر شیرانی، صوفی تبسم، آنند نرائن ملا، احسان دانش، حفیظ ہوشیارپوری، عبدالحمید عدم، ماہر القادری، شور علیگ، قیوم نظر، قتیل شفائی، ساغر، جمیل الدین عالی، ناصر کاظمی، مصطفیٰ زیدی، مجید امجد، سید جعفر طاہر، خلیل الرحمن اعظمی، عبدالعزیز خالد، احمد فراز، ظفر اقبال، شہزاد احمد، سلیم احمد، ظہیر کاشمیری، حبیب جالب، منیر نیازی، اور ابن انشا جیسے اہم شاعر اس باب میں شامل کیے گئے ہیں۔ اُن میں سے کچھ کا تعلق رومانوی تحریک سے تھا اور باقی حلقہ ارباب ذوق سے وابستہ تھے۔ جبکہ زیادہ تر ترقی پسند تحریک میں شامل تھے۔ ان تمام شعرا کی تصانیف اہم نظموں اور شاعری میں پائی جانے والی خصوصیات کا ذکر ملک حسن اختر بڑی تفصیل کے ساتھ کرتے ہیں۔ مثلاً ابن انشا کے بارے میں حسن اختر لکھتے ہیں:

''ابن انشاء کی شاعری میں رومانی اور انقلابی عناصر کا امتزاج ملتا ہے۔ وہ رومانوی فضاؤں میں مزدوری کی حمایت کا نعرہ لگاتے ہیں۔'' ۱۰

اکتیسواں باب ناول اور افسانے پر مشتمل ہے۔ اس باب کے آغاز میں مصنف اُردو افسانے اور ناول کا تعارف کرواتے ہیں۔ سعادت حسن منٹو کے افسانوی مجموعوں اور اُن پر تنقید بھی اسی باب کا موضوع ہے۔ آگے چل کر وہ کرشن چندر کی افسانہ نگاری اور ناول نگاری پر جامع انداز میں گفتگو کرتے ہیں۔ خواتین افسانہ اور ناول نگاروں میں عصمت چغتائی اور قرۃ العین حیدر کے افسانوں اور ناولوں کو تنقیدی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ عزیز احمد، راجندر سنگھ بیدی، احمد ندیم قاسمی، خواجہ احمد عباس، ممتاز مفتی، ہاجرہ مسرور، خدیجہ مستور، حجاب امتیاز علی، میرزا ادیب، شوکت صدیقی، عبداللہ حسین، ڈاکٹر احسن فاروقی، جمیلہ ہاشمی، الطاف فاطمہ، قیس رام پوری، انتظار حسین، بلونت سنگھ، رشید اختر ندوی، ظفر عمر، اے حمید، نسیم حجازی، ڈاکٹر انور سجاد، اختر اورینوی، ایم اسلم، ضیاء سرحدی، اشتیاق حسین قریشی، اے۔ آر خاتون، غلام عباس، قدرت اللہ شہاب اور بانو قدسیہ کی تصانیف پر تفصیلاً اظہار خیال کیا گیا ہے۔ ملک حسن اختر غلام عباس کے افسانوں کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

''غلام عباس کے افسانوں میں جذباتیت نہیں پائی جاتی۔ وہ توڑ پھوڑ سے کوسوں دور ہیں۔ ان کے ہاں ٹھہراؤ اور سکون کی کیفیت ملتی ہے۔ کیونکہ وہ تبلیغ میں نہیں بلکہ کہانی کہنے میں ایمان رکھتے ہیں۔ وہ ہمیں کہانی سناتے ہیں اور انسانی فطرت کو ہمارے سامنے بے نقاب کرتے ہیں۔ ایسا کرتے ہوئے جوش و خروش سے کام نہیں لیتے بلکہ نہایت اطمینان و سکون سے یہ کام سرانجام دیتے ہیں۔'' ۱۱

ملک حسن اختر نے اس باب میں افسانہ نگاروں اور ناول نگاروں پر اس قدر تفصیل سے نہیں لکھا جس کے وہ مستحق تھے۔ البتہ اس سے اُن کی تنقیدی آرا کو سمجھنے میں مدد ضرور ملتی ہے۔ تیسواں باب تحقیق و تنقید کے موضوع سے عبارت ہے۔ اس باب میں انھوں نے سب سے پہلے فراق گورکھپوری کا تذکرہ کیا ہے۔ ملک حسن اختر کے نزدیک فراق گورکھپوری چونکا دینے والے نقاد ہیں۔ جس سے قاری بہت زیادہ متاثر ہوتا ہے۔ نیز وہ اُن کی نثر نگاری کی خوبیوں کو بھی سامنے لاتے ہیں۔ اُن کے نزدیک دوسرا بڑا نقاد نزدیک آل احمد سرور ہے۔ جس کے ہاں ادبیت غالب نظر آتی ہے۔ مارکسی نقاد اُنھیں زیادہ پسند نہیں ہیں۔ ملک حسن اختر مارکسی نقادوں میں سید احتشا حسین کی تنقید پر بھی مختصراً اظہارِ خیال کرتے ہیں۔ اُن کے نزدیک احتشام حسین نے نئے اور پرانے ادیبوں پر قلم ضرور اٹھایا لیکن اُن کا نقطہ نظر زیادہ تر مارکسی ہی رہا ہے۔ احتشام حسین کے بعد مصنف مجنوں گورکھپوری کی تنقیدی حیثیت کو سامنے لاتے ہیں اور اُن کی تنقیدی کتاب ''تنقیدی حاشیے '' میں اشتراکیت اور دوسرے نظریات کو بھی ڈھونڈ نکالتے ہیں۔ ملک حسن اختر، کلیم الدین احمد کے تنقیدی نظریات کو بھی نمایاں جگہ دیتے ہیں۔ وہ کلیم الدین احمد کو خراج تحسین اس لیے بھی پیش کرتے ہیں کہ انھوں نے معروف ادیبوں پر کی خامیوں کی نشاندہی کی ہے۔ لکھتے ہیں:

''کلیم الدین احمد بڑے بے باک اور بت شکن نقاد ہیں۔ اُن کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ انھوں نے ایسے ادیبوں کی خامیوں کو ظاہر کیا ہے جن کے متعلق کچھ کہنا ادبی گناہ سمجھا جاتا تھا۔ اُن کی اس روش نے اُردو تنقید کو جرأت اور بے باکی عطا کی۔'' ۱۲

کلیم الدین احمد کے بعد ملک حسن اختر، ڈاکٹر سید عبداللہ کے حالات زندگی، تصانیف اور تنقیدی آرا پر مختصراً گفتگو کرتے ہیں۔ ملک حسن اختر کے نزدیک اُن کی سب سے بڑی خوبی اختصار ہے۔ وہ مبالغہ سے کام نہیں لیتے بلکہ علمی انداز کو اپنائے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد محی الدین قادری زور اور محمد حسن عسکری کی تنقیدی جہات کو بھی سامنے لاتے ہیں۔ ملک حسن اختر کے نزدیک حسن عسکری زیادہ تر یورپن نقادوں اور ادیبوں کا حوالہ دیتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ نظریات کی تبدیلی بھی ان کی تنقید کا عیب سمجھا جاتا ہے۔ بعد ازاں وہ ڈاکٹر شوکت سبزواری، عبدالقادر سروری، ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم، اختر حسین رائے پوری، سید وقار عظیم، شیخ محمد اکرام، ڈاکٹر عبادت بریلوی، ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر یوسف حسین خان، ڈاکٹر خورشید اسلام، حمید احمد خاں، ڈاکٹر وزیر آغا، ریاض احمد، ڈاکٹر اعجاز حسین، ڈاکٹر محمد حسن، مالک رام، مولانا صلاح الدین احمد اور ڈاکٹر وحید قریشی کے تنقیدی گوشوں کا ذکر بھی بڑی تفصیل سے کرتے ہیں۔ افسانوی تحریک کے تحت جن ادیبوں نے ادب تخلیق کیا ان میں سے وہ سید وقار عظیم کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ اُن کے نزدیک سید وقار عظیم کی رائے میں کبھی بھی شدت نہیں پائی گئی۔ ان کی تحریریں تعصب سے پاک ہوتی ہیں۔ وقار عظیم کی تنقیدی خصوصیات کا اظہار ملک حسن اختر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''وقار صاحب کا انداز بیان سادہ اور صاف ہے۔ اُن کے ہاں تکرار نہیں پائی جاتی۔ اُن کی تحریر میں نہ تو ابہام ہے اور نہ لذت پرستی بلکہ ہلکی سی شگفتگی پائی جاتی ہے۔'' ۱۳

ملک حسن اختر، وقار عظیم کے بعد جس بڑے نقاد کا مرتبہ تسلیم کرتے ہیں وہ ڈاکٹر عبادت بریلوی ہیں۔ اُن کے نزدیک عبادت بریلوی لوگوں سے ہمدردی برتتے ہیں۔ جن لوگوں سے انھیں اختلاف ہو اُن کے بارے میں بھی سخت رویہ اختیار نہیں کرتے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

''تاریخ ادب اُردو'' کا تینتیسواں باب طنز و مزاح کے حوالے سے ہے۔اس میں جن شخصیات پر قلم اٹھایا گیا ہے ان میں شوکت تھانوی، مجید لاہوری، کنہیالال کپوری، مشتاق احمد یوسفی، شفیق الرحمن، چراغ حسن حسرت، کرنل محمد خان، ابن انشا، ایم آر کیانی، سید ضمیر جعفری، راجہ مہدی علی خان، حاجی لق لق اور سید محمد جعفری جیسے نثر نگار اور نامور شاعر شامل ہیں۔

ملک حسن اختر کے نزدیک سید ضمیر جعفری کا اُردو کے جدید مزاح نگار شاعروں میں ایک ممتاز مقام ہے۔اُن کی نظر ہمیشہ معاشرے کی ناہمواریوں پر رہتی ہے۔اس سلسلے میں وہ طنز سے کام لیتے ہیں۔کرنل محمد خان کے ہاں طنز کم جبکہ مزاح کی چاشنی بہت زیادہ ہے۔شفیق الرحمن کے بارے میں اُن کا نقطہ نظر یہ ہے کہ وہ الفاظ کو تبدیل کر کے محاوروں کا روپ دھار لیتے ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ مضامین میں لطائف سے کام لیتے ہیں۔اس باب کے آخر میں مصنف نے خاکہ نگاری پر بھی مختصراً گفتگو کی ہے۔جو خاکہ نگاری ان کی تنقیدی آرا کا موضوع بنے ہیں ان میں فرحت اللہ بیگ، رشید احمد صدیقی، شوکت تھانوی، سعادت حسن منٹو، عصمت چغتائی اور محمد طفیل زیادہ مشہور ہیں۔ملک حسن اختر خاکہ نگاری میں محمد طفیل کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔کیونکہ ان کے نزدیک جہاں دوسرے خاکہ نگاروں نے اس صنف کو ثانوی حیثیت دی ہے۔محمد طفیل نے اسے اولیت دی ہے۔ محمد طفیل کی خاکہ نگاری کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> ''وہ ایک ہمدرد دل رکھتے ہیں اور جس کا خاکہ تحریر کرتے ہیں۔اس کی خوبیوں کو اجاگر کر دیتے ہیں۔ان کا اسلوب ہلکا پھلکا اور شوخ ہوتا ہے۔اور ان کے خاکے کو دلچسپ بنا دیتا ہے۔وہ تھوڑے لفظوں میں بہت کچھ کہہ جانے کا فن جانتے ہیں۔''[۱۴]

''تاریخ ادب اُردو'' کے چوتھے دور کا چونتیسواں باب ڈرامے کی تحقیق اور صحافت پر مشتمل ہے۔اس باب کے آغاز میں ملک حسن اختر نے اُردو ڈرامے کی تاریخ بیان کی ہے۔اس کے بعد سید عابد علی عابد، عشرت رحمانی، فضل الرحمان، خواجہ معین الدین، ڈاکٹر عابد حسین، انتظار حسین، صالحہ عابد حسین، عصمت چغتائی، ڈاکٹر محمد حسن، ضیا عظیم آبادی، ہاجرہ مسرور، اوپندر ناتھ اشک، کمال احمد رضوی، بانو قدسیہ اور اصغر بٹ کے ڈراموں کا تعارف کرواتے ہیں۔مرزا ادیب کے بارے میں ملک حسن اختر کا خیال ہے کہ وہ تندی اور تیزی کی بجائے سکون اور ٹھہراؤ سے کام لیتے ہیں۔نیز مزاحیہ سنجیدگی بھی ان کے ڈرامے کو مقبول بناتی ہے۔صحافت میں ملک حسن اختر نوائے وقت، امروز، جنگ اور ڈائجسٹ کا تعارف کرواتے ہیں۔اس کے علاوہ متفرقات میں شورش کاشمیری، سید ابوالاعلی مودودی، میر زا ریاض اور غلام الثقلین کی تحریروں کا جائزہ لیتے ہیں۔اس باب کے آخر میں اس دور کی نمایاں خصوصیات کو بھی بیان کرتے ہیں۔

''تاریخ ادب اُردو'' کا جائزہ لینے کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ ملک حسن اختر ایک مؤرخ ہی نہیں ہیں بلکہ ایک کامیاب محقق بھی ہیں۔اس کی بڑی وجہ تاریخ ادب اُردو کی ضخامت میں مواد تک رسائی اور حقائق سے پردہ اٹھانا ہے۔اگرچہ اس کتاب میں تحقیق کے اصولوں پر عمل کیا گیا ہے مگر پھر بھی اس میں اغلاط موجود ہیں۔اغلاط اور الفاظ کی ایک فہرست مشفق خواجہ اور ڈاکٹر تحسین فراقی سامنے لا چکے ہیں۔پروف ریڈنگ کی غلطیاں بھی اسی سلسلے میں شمار کی جاتی ہیں۔تاریخ کی اہم شخصیات پر کم لکھا گیا ہے۔جبکہ بعض جگہوں پر کم اہم شخصیات سے متعلق زیادہ معلومات مہیا کی گئی ہیں۔اشعار کو شامل کرتے ہوئے مصنف نے ذاتی پسند و ناپسند سے کام لیا ہے۔ان سب کے باوجود ان کی تحقیقی و تنقیدی کاوشیں قابل ستائش ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ حسن اختر، ملک، ڈاکٹر، تاریخ ادب اُردو، یونیورسٹی بک ایجنسی، لاہور، ۱۹۷۹ء، ص ۷۶

۲۔ ایضاً، ص ۱۰

۳۔ ایضاً، ص ۱۱۰

۴۔ ایضاً، ص ۲۲۱

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

۵۔ایضاً،ص۳۲۳

۶۔ایضاً،ص۵۵۰

۷۔ایضاً،ص۵۶۴

۸۔ایضاً،ص۸۷۳

۹۔ایضاً،ص۹۳۵

۱۰۔ایضاً،ص۱۰۶۲

۱۱۔ایضاً،ص۱۱۱۴

۱۲۔ایضاً،ص۱۱۲۶

۱۳۔ایضاً،ص۱۱۳۹

۱۴۔ایضاً،ص۱۱۸۶،۱۱۸۵